© rasailojaraid.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ششماہی علوم القرآن علی گڑھ، ۳۲/۲، جولائی ۔ دسمبر ۲۰۱۷ء

اداریہ

انسانی زندگی کی تعمیر واصلاح میں سچائی کا کردار قرآن کریم کے حوالے سے

ظفر الاسلام اصلاحی

قرآن وحدیث کے حوالے سے انسانی زندگی کی اصلاح کے لیے اسلامی اصول وتعلیمات کے مختلف پہلو واضح کیے جاتے ہیں۔ ان سب میں صدق یا سچائی کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ گرچہ ظاہری طور پر اس کا تعلق زبان یا قول سے ہے، لیکن حقیقت یہ کہ سچائی انسان کے اعمال، کردار واخلاق سب پر اپنا بہت ہی گہرا اثر ڈالتی ہے، بلکہ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ سچائی انسانی زندگی کے پورے عملی نظام کو صحیح رخ عطا کرتی ہے، اسے سدھارتی ہے اور اس کے نہایت خوش گوار نتائج پیدا کرتی ہے، نہ صرف سچ کا رویہ اختیار کرنے والے کے لیے، بلکہ پورے معاشرہ کے لیے۔ امام غزالیؒ نے قرآن وحدیث کے حوالے سے سچ کی چھ اقسام بیان کی ہیں۔ ان میں بات، ارادہ ونیت، عزم، عزم کو پورا کرنے کی سچائی، عمل اور دین داری کے مقام ومراتب کی معرفت کی سچائی سب کچھ شامل کیا ہے [صدق فی القول، و صدق فی النیّة والارادة و صدق فی العزم و صدق فی الوفاء بالعزم و صدق فی العمل و صدق فی تحقیق مقامات الدین کلّھا (احیاء علوم الدین، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۲۰۰۱ء، ۳۴۷/۴)۔ مولانا سید سلیمان ندویؒ نے صدق کی جو تعریف کی ہے وہ بڑی جامع ہے۔ خود ان کے الفاظ میں ملاحظہ ہو:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

''انسان کے ہر قول و عمل کی درستی کی بنیاد یہ ہے کہ اس کے لیے اس کا دل اور اس کی زبان باہم ایک دوسرے کے مطابق وہم آہنگ ہوں، اسی کا نام صدق وسچائی ہے۔ جو سچا نہیں ہے اس کا دل ہر برائی کا گھر ہو سکتا ہے اور جو سچا ہے اس کے لیے ہر نیکی کے حصول کا راستہ آسان ہے''

(سیرۃ النبی ﷺ، دارالمصنفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، ۲۰۰۳ء، ۲۳۱/۶)۔

حقیقت یہ کہ دل کی سچائی فکر کو پاک وصاف رکھتی ہے اور زبان کی سچائی عمل کو پاکیزہ و نیک بناتی ہے۔ قرآن کی متعدد آیات سے یہ نکتہ عیاں ہوتا ہے اور اس باب میں سورہ الاحزاب کی درج ذیل آیت بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلاً سَدِيداً. يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزاً عَظِيماً (الاحزاب: ۳۳/ ۷۰۔۷۱)	اے لوگو! اللہ سے ڈرو اور صحیح بات کہو تو وہ تمھارے اعمال درست کرے گا اور تمھارے گناہوں کو بخش دے گا۔ جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا اسے بہت بڑی کامیابی نصیب ہوگی۔

مفسرین نے ''قولِ سدید'' کی تشریح مختلف طور پر (سچ بات، صحیح قول، حق گوئی، حقیقت پسندی، ایمان داری، راست گفتاری، نفاق سے دوری) کی ہے۔ حقیقت یہ کہ سچ بولنا نیکی یا اچھے کام کی راہ دکھاتا ہے اور اعمال کی درستی میں بہت موثر کردار ادا کرتا ہے۔

اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص سچائی یا سچ بولنے کو اپنا شیوہ بنالے تو اس کا پہلا فیض اسے اس صورت میں پہنچے گا کہ اس کے اعمال سدھر جائیں گے یعنی اس کی زندگی کا قبلہ درست ہو جائے گا۔ بلا شبہ انسان کی زندگی سدھارنے یا اس کے اعمال کی اصلاح میں سچائی کا بہت بڑا دخل ہے۔ اس وصف کے پیدا ہونے یا سچ کا عادی ہونے سے انسان کے اندر بہت سی خوبیاں پروان چڑھتی ہیں۔ دوسرے اس وصف سے نہ صرف دینی اعمال درست ہوتے ہیں، بلکہ دنیوی زندگی بھی سنورتی ہے اور اس کے خوش گوار اثرات پورے معاشرے پر پڑتے ہیں۔ مولانا مفتی محمد شفیعؒ سورہ الاحزاب کی مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسی نکتہ کو ان الفاظ میں واضح کرتے ہیں:

> ''حضرت شاہ عبد القادر دہلویؒ نے جو ترجمہ اس آیت کا کیا ہے (کہو بات سیدھی کہ اللہ سنوار دے تم کو تمھارے کام) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت میں جو سیدھی بات کا عادی ہونے پر اصلاحِ اعمال کا وعدہ ہے وہ صرف دینی اعمال ہی نہیں، بلکہ دنیا کے سب کام اس میں داخل ہیں۔ جو شخص قولِ سدید کا عادی ہو جائے یعنی کبھی جھوٹ نہ بولے، سوچ سمجھ کر کلام کرے جو خطا و لغزش سے پاک ہو، کسی کو فریب نہ دے، دل خراش بات نہ کرے۔ اس کے اعمالِ آخرت بھی درست ہو جائیں گے اور دنیا کے کام بھی بن جائیں گے'' (معارف القرآن، مکتبۂ مصطفائیہ، دیوبند، بدون تاریخ، ۲۴۲/۷)۔

بلا شبہ سچائی انسان کو بہت سی برائیوں سے باز رکھتی ہے اور اسے مختلف قسم کی گناہوں سے بچا کر نیکی کے راستہ پر ڈال دیتی ہے۔ حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: انّ الصدق یھدی الی البرّ و انّ البر یھدی الی الجنّۃ [بلا شبہ سچائی نیکی کی طرف رہنمائی کرتی ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے] (صحیح بخاری، کتاب الادب، باب قول اللہ تعالیٰ ''یا ایھا الّذین آمنوا اتقوا اللہ و کونوا مع الصّدقین وما ینھی عن الکذب)۔

یہاں یہ واضح رہے کہ سچائی صرف زبان سے سچ بولنے کا نام نہیں، اس کا تعلق دل سے ہوتا ہے اور عمل سے بھی۔ اسی لیے سچائی کی تین بڑی قسمیں بیان کی جاتی ہیں: زبان کی سچائی، دل کی سچائی اور عمل کی سچائی۔ قرآن کی رو سے اہلِ ایمان سے یہ تینوں سچائی مطلوب ہے۔ حقیقت یہ کہ جو صحیح معنوں میں صادق القول ہوگا وہ عمل میں بھی صادق ہوگا۔ دوسرے لفظوں میں یہ سچائی کی تاثیر ہے کہ وہ سچ بولنے والے کو عمل میں بھی سچا بنا دیتی ہے۔ قرآن کریم میں متقیوں کے جو اوصاف بیان کیے گئے ہیں ان سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ حقیقی معنوں میں وہی اہلِ ایمان متقی کہے جانے کے مستحق ہیں جو ایمان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لانے یا دل وزبان سے توحید، رسالت و آخرت کا اقرار کرنے کے بعد اپنے عمل سے اس اقرار کو سچ کر دکھاتے ہیں یعنی ایمان کے عملی تقاضوں کو پورا کرتے ہیں۔ ارشادِ الٰہی ہے:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ (الحجرات: ۱۵/۴۹)	حقیقت میں تو مومن وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے، پھر انہوں نے کوئی شک نہ کیا اور اپنی جانوں اور مالوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا وہی لوگ سچے ہیں۔

اس آیت میں ان اہلِ ایمان کو ''صادقون'' کا خطاب دیا گیا ہے جو زبانی طور ایمان کے اظہار کے بعد پورے یقین کے ساتھ (کسی شک و شبہ کے بغیر) دل میں اسے جمائے رہے اور بلا کسی پس وپیش عملی طور پر دین کی خاطر جانی و مالی قربانیاں دیتے رہے۔ یعنی یہ کہ ان کے دل میں جو کچھ تھا اس کا زبان سے اقرار کیا اور پھر اسے عمل کے ذریعہ سچ کر دکھایا۔ اس آیت کے حوالے سے مولانا محمد یوسف اصلاحی نے یہ واضح فرمایا ہے: ''یعنی ان کے دلوں میں ایمان کی جو حقیقی کیفیت تھی اس کا اظہار انہوں نے زبان سے کیا اور اپنے عمل سے برابر اس کی تصدیق کرتے رہے۔ دراصل زبان، دل، عمل کی کامل ہم آہنگی کا نام ہی سچائی ہے اور اسی ہم آہنگی پر تمام اخلاق و معاملات کی درستگی کا مدار ہے'' (قرآنی تعلیمات، مکتبۂ ذکریٰ، نئی دہلی، ۲۰۰۳ء، ص ۳۱۱)۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ آیت میں حقیقی مومنین کی یہ خصوصیت بیان کی گئی ہے کہ اللہ و رسول پر ایمان لاکر انہوں نے یہ عہد کیا تھا کہ وہ ہر حال میں اللہ کی اطاعت اور اس کے رسول کی فرماں برداری بجا لائیں گے اور دینِ حق کی خاطر وہ جان و مال ہر طرح کی قربانی کے لیے ہمیشہ تیار رہیں گے اور پھر انہوں نے سچائی کی راہ اختیار کر کے اسے واقعی کر دکھایا۔ درحقیقت یہ سچائی کا فیض تھا کہ ان کے قول وعمل میں مطابقت پیدا ہوگئی۔ اس آیت کے حوالے سے مولانا سید سلیمان ندویؒ نے فرمایا ہے کہ ''یہ سچے اس لیے ٹھہرے کہ ان کا عمل ان کی دلی کیفیت کا سچا ترجمان ہوا۔ زبان و دل سے جس ایمان کا اقرار کیا تھا عمل سے اس کی تصدیق کر دی'' (سیرۃ النبی ﷺ، محولہ بالا، ۲۳۸/۶)۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

متعدد قرآنی آیات سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ سچائی سے نیکی کی راہیں کھلتی ہیں اور انسان کی زندگی سدھرتی ہے۔ سورہ الاحزاب کی آیت ۳۵ میں اہلِ اسلام و ایمان کے وصفِ اطاعت گزاری و فرماں برداری بیان کرنے کے بعد ان کے سات اوصاف (صدق، صبر، خشوع، صدقہ کی ادائیگی، فریضۂ روزہ کی بجا آوری، عزت و آبرو کی حفاظت، ذکرِ الٰہی کی کثرت) بیان کیے گئے ہیں جن پر اللہ رب العزت نے مغفرت و اجرِ عظیم کا وعدہ فرمایا ہے۔ قابلِ غور نکتہ یہ ہے کہ ان سات اوصاف میں سب سے پہلے صدق یا سچ بولنے کا ذکر ہے۔ اگر باقی چھ اوصاف پر باریک بینی سے نظر ڈالی جائے تو یہ واضح ہوگا کہ ان کی آبیاری یا انہیں پروان چڑھانے میں کسی نہ کسی طرح صدق کا دخل ہوتا ہے۔ ایک حدیث کے حوالے سے سچائی کی یہ خاصیت اوپر بیان کی جا چکی ہے کہ سچائی نیکی کی طرف رہنمائی کرتی ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے۔

قرآن و حدیث کی توضیحات کے مطابق دل کی سچائی نیک کام کے لیے عزم کو پختگی بخشتی ہے اور نیک ارادہ کو عملی جامہ پہنانے کے لیے سرگرم کر دیتی ہے۔ درحقیقت نیک ارادہ میں پختہ ہونا اور نیک عمل میں سچا ہونا مومن کی شان ہوتی ہے اور ارادہ کے باوجود نیک کام سے پیچھے ہٹ جانا یا نیکی کمانے کے لیے قربانی دینے سے ہچکچانا منافق کی خصلت ہوتی ہے، اس لیے کہ سچائی اسے ذرا بھی نہیں بھاتی۔ یہاں یہ واضح رہے کہ قرآن کریم میں نیکی کے جس اعلیٰ مقام کا ذکر کیا گیا ہے وہ دراصل سچائی کی روش اختیار کرنے یا ارادہ کو سچ کر دکھانے کے طفیل میں نصیب ہوتا ہے۔ سورہ البقرہ کی آیت ۱۷۷ میں نیکی کے اعلیٰ ترین مقام (البرّ) تک پہنچنے والوں کی جو امتیازی خصوصیات بیان کی گئی ہیں ان میں ایمان کی پختگی کے علاوہ بندگانِ خدا کے حقوق کی ادائیگی میں اور محتاجوں کی مدد میں مال خرچ کرنا، نماز و زکوٰۃ کی ادائیگی، ایفائے عہد اور پریشانی و تنگی کے عالم میں صبر و استقلال شامل ہیں، جیسا کہ اس آیت سے واضح ہوتا ہے:

لَیۡسَ الۡبِرَّ اَنۡ تُوَلُّوۡا وُجُوۡهَكُمۡ قِبَلَ الۡمَشۡرِقِ وَالۡمَغۡرِبِ وَلٰـكِنَّ الۡبِرَّ مَنۡ	نیکی یہ نہیں ہے کہ تم نے اپنے چہرے مشرق کی طرف کر لیے یا مغرب کی طرف، بلکہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلٰئِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيّٖنَ وَآتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلٰوةَ وَآتَى الزَّكٰوةَ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوْا وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِيْنَ الْبَأْسِ أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ۔ (البقرۃ:۲/۱۷۷)

نیکی یہ ہے کہ آدمی اللہ کو اور یوم آخر اور ملٰئکہ کو اور اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب اور اس کے پیغمبروں کو دل سے مانے اور اللہ کی محبت میں اپنا دل پسند مال رشتے داروں اور یتیموں پر، مسکینوں اور مسافروں پر، مدد کے لیے ہاتھ پھیلانے والوں پر اور غلاموں کی رہائی پر خرچ کرے، نماز قایم کرے اور زکوٰۃ دے۔ اور نیک وہ لوگ ہیں کہ جب عہد کریں تو اسے پورا کریں اور تنگی و مصیبت کے وقت میں اور حق وباطل کی جنگ میں صبر کریں۔ یہ ہیں سچے لوگ اور یہی متقی ہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ سچائی سے متصف اصلاً وہ لوگ ہیں جو ایمان میں پختہ ہیں، نیک اعمال والے ہیں اور جو آزمائش میں ہر طرح سے پورے اترنے والے ہیں۔ یہ آیت اس حقیقت کو بھی واضح کرتی ہے کہ سچائی کے عملی مظاہرے کے بعد ہی صاحبِ ایمان نیکی کے بلند ترین مقام کو پا سکتا ہے۔ درحقیقت صدقِ دل سے ایمان لانا اور اسے عمل سے ثابت کرنا، دین کی خاطر ہر قسم کی تکلیف گوارا کرنا اور ہر طرح کی قربانی کے لیے ہمہ آن تیار رہنا دراصل سچے لوگوں کا ہی خاصہ ہوتا ہے۔ اسی کا نام عمل کی سچائی ہے جو دل وزبان کی سچائی کا مظہر ہوتی ہے۔

مذکورہ بالا آیت سے دوسرا اہم نکتہ یہ سامنے آتا ہے کہ صدق اور تقویٰ میں بہت گہرا ربط ہے۔ اس آیت کے علاوہ دیگر متعدد آیات (البقرۃ :۲/۱۷۷، التوبۃ:۹/۱۱۹، الاحزاب:۳۳/۷۰، الزمر:۳۹/۳۳، الّیل :۹۲/۵۔۶) میں صدق و تقویٰ اس طرح ساتھ ساتھ مذکور ہیں کہ دونوں کو ایک دوسرے کا لازم ملزوم کہا جا سکتا ہے۔ بعض آیات میں ''تقویٰ'' پہلے آیا ہے اور ''صدق'' بعد میں اور بعض مقامات پر ''صدق'' پہلے مذکور ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور تقویٰ بعد میں۔ ان آیات پر تدبر و تفکر سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ صدق و تقویٰ کو ایک دوسرے سے تقویت ملتی ہے۔ یہ بات پہلے واضح کی جا چکی ہے کہ سچائی انسان کے اندر نیکی کی تحریک پیدا کرتی ہے اور اسے صحیح راہ پر ڈالتی ہے اور تقویٰ اسے برائیوں سے دور رکھتا ہے اور اللہ کی نافرمانی یا گناہ کے کاموں سے بچاتا ہے۔ حقیقت یہ کہ سچائی جن کا شیوہ ہوگا یعنی جو قول و فعل میں مطابقت اور دل و زبان کی باتوں میں موافقت کی خوبی سے متصف ہوں گے وہ ضرور بالضرور تقویٰ کی روش اختیار کرنے والے یعنی اللہ سے ڈرنے والے ہوں گے۔ سورہ بقرہ کی مذکورہ بالا آیت کے علاوہ یہ آیت بھی اسی حقیقت کی ترجمان ہے۔

وَالَّذِیْ جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِہٖ أُولٰئِکَ ھُمُ الْمُتَّقُوْنَ (الزمر: ۳۳/۳۹)	اور جو سچائی لے کر آیا اور سچائی کو سچ مانا وہی لوگ پرہیزگار ہیں۔

اسی طرح جو تقویٰ سے متصف ہوں گے یا جن کے قلوب خوفِ خدا سے معمور ہوں گے وہ سچائی کی روش اختیار کرنے والے اور اپنے آپ کو جھوٹ اور جھوٹی باتوں سے دور رکھنے والے ہوں گے، اس لیے کہ گناہوں سے بچنا اور برائیوں سے دور رہنا تقویٰ کا ثمرہ ہے۔ مزید برآں صدق اور تقویٰ کا تعلق اس آیت سے بھی واضح ہوتا ہے جس میں اہلِ ایمان کو یہ ہدایت دی گئی ہے کہ وہ تقویٰ کو اپنائیں، اللہ سے ڈریں اور سچے لوگوں کی صحبت اختیار کریں۔ ارشادِ الٰہی ہے:

یَا أَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اتَّقُوْا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ (التوبۃ: ۱۱۹/۹)	اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچ بولنے والوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

اس آیت میں سچے لوگوں کی رفاقت اختیار کرنے کی ہدایت دی گئی ہے، اس سے یہ معلوم ہوا کہ صدق کے اثر سے تقویٰ کی صفت پروان چڑھتی ہے۔ دوسرے اس ہدایت سے یہ حقیقت مزید واضح ہوتی ہے کہ سچائی نیکی کی راہ دکھاتی ہے اور انسان کے کردار و اخلاق پر سچے لوگوں کا اثر پڑتا ہے۔ اس آیت سے یہ پیغام بھی ملتا ہے کہ سچے لوگوں کی مدد کرنا یا ان کے ہاتھوں کو مضبوط کرنا قرآن کی نظر میں مطلوب ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ سچے لوگوں کو تقویت پہنچانا سچائی کو فروغ دینا ہے اور یہ عمل بہرصورت معاشرہ کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

صورتِ حال کو بہتر بنانے میں معاون بنتا ہے۔ اس آیت کے معنی و مفہوم کی وضاحت کرتے ہوئے بعض مفسرین نے اس نکتہ کی جانب توجہ دلائی ہے کہ ''صالحین'' کے بجائے ''صادقین'' کی صحبت اختیار کرنے کی تاکید سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ صالح صرف وہی شخص ہوسکتا ہے جس کا ظاہر و باطن یکساں ہو، نیت و ارادے کا بھی سچا ہو، قول کا بھی سچا ہو، عمل کا بھی سچا ہو (معارف القرآن، ۴/۴۸۵)۔ بلا شبہ ایسے نیک افراد نہ صرف یہ کہ دوسروں کو متاثر کرتے ہیں، بلکہ ان کی زندگی کی تعمیر و اصلاح میں بھی معاون بنتے ہیں۔

انسان کی زندگی کو سدھارنے میں سچائی کا کتنا اہم کردار ہے، وہ کیسے انسان کو نیکیوں کا خوگر بنا کر برائیوں سے محفوظ رکھتی ہے اور اس کے اعمالِ حسنہ کے ذخیرہ میں اضافہ کا باعث بنتی ہے اس کی کچھ وضاحت اس آیت سے ملتی ہے جس میں قیامت کے بارے میں اللہ رب العزت نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ یہ وہ دن ہوگا جس دن صدق والوں کو ان کا صدق نفع دے گا۔ پوری آیت ملاحظہ ہو:

قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِىْ مِن تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا أَبَداً رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُواْ عَنْهُ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (المائدہ: ۵/۱۱۹)	اللہ فرمائے گا: یہ وہ دن ہے جس میں سچوں کو ان کی سچائی نفع دے گی، اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔ ان کے لیے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، وہ ان میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔ [اصلاً] یہی بڑی کامیابی ہے۔

ظاہر ہے کہ اس آیت میں سچائی سے مراد دل، زبان و عمل ہر ایک کی سچائی ہے جو انسان کو نیکی کی راہ پر ڈالتی ہے اور اس کی تاثیر سے برائی سے بچنا اور نیکی کمانا اس کا معمول بن جاتا ہے۔ یہاں یہ واضح رہے کہ قرآن میں بار بار انسان کو اس جانب متوجہ کیا گیا ہے کہ یہی وہ کمائی ہے جو آخرت میں نفع دینے والی ہے۔ اور اسی کے ساتھ اسے یہ حقیقت بھی یاد دلائی گئی ہے کہ قول و عمل کی سچائی یعنی عمل صالح کی پونجی اسے اُس وقت نفع پہنچانے والی ہوگی جب ساری چیزیں اس کا ساتھ چھوڑ جائیں گی اور اس کے قریبی سے قریبی لوگوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں سے بھی کوئی اس کا پرسانِ حال نہ ہوگا۔ مزید برآں قرآن نے یہ بھی واضح کردیا ہے کہ اہلِ ایمان کو ان کے قول وعمل کی سچائی کی بہترین جزا دینے کے لیے ہی قیامت برپا ہوگی اور حساب وکتاب کا نظام قایم ہوگا۔ ایک مقام پر اہلِ ایمان کے اوصافِ صداقت و ایفائے عہد کے ذکر کے معاً بعد قیامت کے برپا کیے جانے کا مقصد ان الفاظ میں بیان ہوا ہے:

لِيَجْزِيَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ اِنْ شَاءَ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ (الاحزاب ۳۳/۲۴)

تاکہ اللہ سچوں کو ان کی سچائی کی جزا دے اور منافقین (یعنی جھوٹوں) کو چاہے تو سزا دے اور چاہے تو ان کی توبہ قبول کرلے۔

قرآن کی رو سے سچائی کی اہمیت اس سے مزید واضح ہوتی ہے کہ صدق کو انبیاء کرام کا سب سے بڑا وصف قرار دیا گیا ہے اور متعدد انبیاء کرام کے ضمن میں ان کی اس صفت کا بطورِ خاص ذکر ہے (یوسف ۱۲:۴۶، مریم ۱۹:۴۱، ۵۴، ۵۶)۔ قرآن کریم سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ نبوت کے بعد انسان کا سب سے اعلیٰ مقام ''صدیقیت'' کا ہے۔ یہ مقام کن لوگوں کو نصیب ہوتا ہے بعض آیات میں اس کی طرف اشارہ ملتا ہے۔ قرآن کی ایک آیت میں اللہ کے ان نیک بندوں کا تذکرہ ہے جنھیں اللہ نے ''منعم علیھم'' (جن پر اللہ تعالیٰ کا خصوصی انعام ہوا) کے لقب سے سرفراز کیا ہے۔ اس آیت میں انبیاء کرام کے بعد صدیقین کا ذکر ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاۗءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا (النساء ۴:۶۹)

اور جو لوگ اللہ اور رسول کی اطاعت کریں گے وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے، یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین اور کیسے اچھے ہیں یہ رفیق جو کسی کو میسر آئیں۔

اس آیت کے حوالے سے مولانا محمد فاروق خاں نے بجا تحریر فرمایا ہے کہ ''اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ صدیق اخلاق وکردار کے نہایت بلند مقام پر فائز ہوتا ہے۔ صدق و راستی جس کا شیوہ ہوا سے بلند مقام تک پہنچنے سے کوئی چیز نہیں روک سکتی'' (کلامِ نبوت،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی ،۲۰۱۲ء ،۲؍ ۲۰۷)۔اس آیت سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنے والوں اور زندگی کے ہر معاملہ میں اس کے تقاضے پورے کرنے والوں کو انبیاء، صدّیقین، شہداء و صلحاء جیسے پاک باز لوگوں کی رفاقت نصیب ہوتی ہے۔ ایک حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ انسان سچ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ کے یہاں صدّیق لکھا جاتا ہے[ان الرجل لیصدق حتّی یکتب عند اللہ صدّیقاً] (صحیح بخاری، کتاب الادب، باب قول اللہ تعالیٰ "یا ایھا الّذین آمنوا واتّقوا اللہ و کونوا مع الصّٰدقین" و ما ینھیٰ عن الکذب)۔ مولانا سید سلیمان ندویؒ نے نامور محدث شیخ محمد طاہر پٹنی کی تالیف "مجمع البحار" کے حوالے سے "صدّیق" کی وضاحت کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے: الصدّیق الّذی یصدق قولہ بالعمل [صِدّیق وہ ہے جس کے قول کی تصدیق عمل سے ہو] (سیرۃ النبی ﷺ، ۶؍۲۴۱، حاشیہ نمبر۔۱)۔

ان تمام توضیحات سے یہ ثابت ہوا کہ وہی اہلِ ایمان "صِدّیق" کے مقام پر فائز ہوتے ہیں جو سچ کو اپنا مستقل شیوہ بنا لیتے ہیں اور دل، زبان و عمل ہر پہلو سے وہ سچائی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ قرآن کریم کی ایک آیت سے یہ نکتہ عیاں ہوتا ہے کہ "صدّیقیت" کمالِ ایمان کے ثمرات میں سے ہے۔ ارشادِ ربّانی ہے:

وَالَّذِیْنَ آمَنُوا بِاللّٰہِ وَرُسُلِہِ أُولٰئِکَ هُمُ الصِّدِّیقُونَ (الحدید: ۵۷؍۱۹)

اور جو لوگ اللہ و اس کے رسولوں پر [صدقِ دل سے] ایمان لائے وہی صدّیق ہیں۔

اسی کے ساتھ اس حقیقت کی طرف توجہ دلانا مناسب معلوم ہوتا کہ جس طرح سچائی نیکی کی راہ دکھاتی ہے اور خیر کے فروغ کا ذریعہ بنتی ہے اسی طرح جھوٹ سے بہت سی برائیاں جنم پاتی ہیں یا انہیں بڑھاوا ملتا ہے۔ ایک آیت میں یہ حقیقت بیان کی گئی ہے کہ جو شخص توحید، رسالت و آخرت کا انکار کرتا ہے اور ان کی تکذیب کو اپنا شیوہ بناتا ہے وہ سب سے اہم و افضل عبادت (نماز) سے غافل رہتا ہے اور جب اسے حق بات کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے تو نہ صرف یہ کہ وہ منہ پھیر لیتا ہے، بلکہ اکڑتا ہوا گھر کا رخ کرتا ہے۔ ارشادِ ربّانی ہے:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى. وَلٰكِن كَذَّبَ وَتَوَلّٰى. ثُمَّ ذَهَبَ إِلٰى أَهْلِهِ يَتَمَطّٰى (القیٰمۃ: ۷۵/۳۱۔۳۳)

مگر اس نے نہ سچ مانا اور نہ نماز پڑھی، بلکہ جھٹلایا اور پلٹ گیا اور پھر اکڑتا ہوا اپنے گھر والوں کی طرف چلا گیا۔

یہاں یہ پیشِ نظر رہے کہ جو شخص خود حق بات اور سچائی سے دور رہے گا وہ حق و سچ بات کی تصدیق کیسے کرسکتا ہے۔ درحقیقت سچائی سے دوری ہی اسے اللہ کی نافرمانی جیسی سنگین برائی میں مبتلا کرتی ہے، سچ بات کی تصدیق سے روکتی ہے اور نیک عمل سے بھی باز رکھتی ہے۔ اور پھر اس کا ایک برا اثر یہ بھی ہوتا ہے کہ وہ غرور و تکبر جیسی انتہائی بری خصلت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

ان سب کے علاوہ جھوٹ سے جو دوسری برائیاں جنم پاتی ہیں ان میں نفاق سرِ فہرست ہے، بلکہ سچی بات یہ ہے کہ نفاق کی جڑ جھوٹ ہے، جیسا کہ قرآن و حدیث دونوں سے نفاق اور سچائی اور نفاق واخلاص کا ایک دوسرے کی ضد ہونا ثابت ہے۔ جو کچھ دل میں ہے وہی زبان پر ہو اسی کا نام سچائی ہے اور اگر اس کے برخلاف ہے تو وہی جھوٹ ہے۔ بلاشبہ سچائی ایمان کا خاصہ اور مومن کی شناخت ہے اور جھوٹ نفاق کا لازمہ اور منافق کی علامت ہے۔ یہ بخوبی معروف ہے کہ منافقین زبانی طور پر نبی کریم ﷺ کی رسالت کا اقرار کرتے تھے، لیکن ان کے دل کی کیفیت اس کے خلاف گواہی دیتی تھی، یعنی وہ صحیح معنوں میں اپنے اقرار میں جھوٹے تھے۔ قرآن کریم نے ان کے اس دورخے پن کو ان الفاظ میں بے نقاب کیا ہے:

يَقُولُونَ بِأَفْوَاهِهِم مَّا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُونَ (آل عمران: ۳/۱۶۸)

اور وہ [منافق] اپنے منہ سے وہ بات کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہے، اللہ خوب جانتا اس بات کو جسے وہ چھپا رہے ہیں۔

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ منافق کی سب سے بڑی پہچان یہ ہے کہ اس کے دل میں کچھ ہوتا ہے اور زبان سے کچھ اور کہتا ہے، اس کے قول و فعل میں مطابقت نہیں ہوتی۔ دراصل اسی کا نام کذب یا جھوٹ ہے۔ ایک دوسرے مقام پر قرآن نے واضح طور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پر ان کے جھوٹے ہونے کی گواہی دی ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

وَاللّٰهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ — اور اللہ گواہ ہے کہ یہ منافق جھوٹے ہیں۔

(المنٰفقون: ۶۳/۱)

یعنی ان کی زبان ان کے دل کی سچی ترجمان نہیں بن رہی تھی اور وہ جھوٹ کا ارتکاب کر رہے تھے۔ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت کردہ وہ حدیث بہت مشہور ہے جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منافق کی چار خصلتیں بیان کی ہیں اور ان میں سب سے پہلی یہ ہے کہ جب وہ بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے (صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان خصال المنافق)۔ اسی ضمن میں اس حدیث کا ذکر برمحل معلوم ہوتا ہے جس میں مروی ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا مفہوم یہ ہے کہ مومن میں دوسری بری خصلتیں ہوسکتی ہیں، لیکن جھوٹ کی خصلت نہیں ہوسکتی (موطا امام مالک، کتاب الجامع، باب ماجاء فی الصدق والکذب)۔ یعنی جھوٹ ایمان کے منافی ہے، دونوں ایک ساتھ جمع نہیں ہوسکتے۔

نفاق کے علاوہ جھوٹ سے وعدہ خلافی، فریب دہی، بددیانتی، ریاکاری، بہتان یا الزام تراشی جیسی برائیاں بھی جنم پاتی ہیں۔ ان سب کا سرا جھوٹ سے ملتا ہے جو نہ صرف کسی ایک فرد کے لیے تکلیف دہ و مضرت رساں ہوتی ہیں، بلکہ پورے معاشرے کے لیے تباہ کن ثابت ہوتی ہیں۔ عام لوگوں کے علاوہ صاحبِ اختیار و اقتدار کا جھوٹ بولنا اور زیادہ نقصان دہ اور موجبِ تباہی ہوتا ہے۔ کسی بااختیار یا حکمراں کے جھوٹ بولنے کا عوام پر کتنا بُرا اثر پڑتا ہے اور اس کی وجہ سے پورے ملک کا نظام کس طرح متاثر ہوتا ہے اور خود ایسے صاحبِ اختیار کے لیے اس کا جھوٹ کا رویہ کیسی ناکامی، حرماں نصیبی اور تکلیف دہ صورتِ حال ساتھ لاتا ہے ان سب کی جانب اشارہ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ایک حدیث سے ملتا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ قیامت کے دن تین شخص ایسے ہوں گے جن سے اللہ رب العزت کلام نہیں فرمائے گا، نہ انہیں (گناہوں سے) پاک کرے گا اور نہ کی طرف (نظر رحمت سے) دیکھے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔ ایک بوڑھا زانی یا بدکار، دوسرا جھوٹ بولنے والا بادشاہ اور تیسرا متکبر فقیر (صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان تحریم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسبال الازار وبیان الثلاثۃ الذین لا یکلمہم اللہ یوم القیٰمۃ ولا ینظر الیہم ولا یزکیہم ولہم عذاب الیم)۔ایک عالمِ دین نے اس حدیث کی تشریح میں ''ملکِ کذاب'' کے حوالہ سے بڑا اچھا تبصرہ فرمایا ہے۔خود ان کے الفاظ میں: ''جھوٹ بولنا از روئے شرع ہر شخص کے لیے ممنوع ہے، لیکن اس کی ممانعت ایک بادشاہ کے حق میں دو چند ہو جاتی ہے، کیوں کہ اس کے ذمہ ملک کے انتظام و انصرام، رعایا کے مصالح و مفاد کی رعایت اور مخلوقِ خدا کے معاملات کی نگہداشت کی ذمہ داری ہوتی ہے۔اس کا ایک ادنیٰ سا حکم پورے ملک کے نظم و نسق پر اثر انداز ہوتا ہے۔اگر وہ جھوٹ کا ارتکاب کرے گا تو اس کی وجہ سے پورا ملک اور ملک کے سارے لوگ مختلف قسم کی برائیوں اور پریشانیوں سے دوچار ہو سکتے ہیں'' (مشکور عالم حلیمی، روزِ محشر تین لوگ توجہِ الٰہی سے محروم رہیں گے، تذکیر، غازی پور، سیریز نمبر۔۱۰۳، فروری ۲۰۱۷ء، ص ۲۶)۔

محولہ بالا آیت (الاحزاب:۳۳/۷۰۔۷۱) کے حوالے سے یہ بات بھی لائقِ توجہ ہے کہ اس میں سچ یا ٹھیک بات کہنے پر اعمال کے اصلاح کا جو وعدۂ الٰہی ہے اس کا تعلق ہر طرح کے اعمال سے ہے خواہ دینی ہو یا دنیوی، جیسا کہ اس آیت کی تفسیر میں صاحبِ معارف القرآن کا بیان پہلے نقل کیا جا چکا ہے۔یہ بات بخوبی معروف ہے کہ جب کسی چیز (اچھی بات جو تقریر و تحریر یا وعظ و نصیحت کے ذریعہ واضح کی جائے) کی وجہ سے زندگی میں سدھار آتا ہے تو روز مرّہ زندگی کا ہر پہلو سدھرتا ہے، حیات انسانی کا ہر شعبہ اس کے اثر کو قبول کرتا ہے۔اور صدق، جو خیر کا سرچشمہ ہے، اس کے فیض کا عام ہونا بدیہی ہے۔یہ بات بھی پورے یقین کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ سچائی ہر حال میں باعثِ خیر ہے، نہ صرف سچ بولنے والے کے لیے، بلکہ دوسروں کے لیے بھی۔واقعہ یہ کہ خیر کے اس سرچشمہ سے بہت دور دور تک لوگ سیراب ہوتے ہیں۔اللہ رب العزت کا ارشاد ہے: فلو صدقوا اللہ لکان خیراً لھم محمد:۴۷/۲۱[اگر یہ اللہ سے سچ بولتے تو یہ ان کے حق میں بہتر ہوتا]۔گرچہ یہ حقیقت ایک خاص پس منظر (دشمنوں کے خلاف جہاد کا واضح حکم آ جانے کے بعد جنگ میں میں شریک ہو کر اپنے زبانی اقرار و ایمان کو عملاً سچ کر دکھانے سے گریز

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کرنے والوں یعنی منافقین سے خطاب میں) میں یاد دلائی گئی ہے، لیکن اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اس آیت سے عام حالات میں بھی ہر ایک کے لیے بہت قیمتی درس ملتا ہے اور وہ یہ کہ نیک کام کے لیے قدم وہی شخص اٹھا سکتا ہے جو صادق العزم ہو اور جو اس سچائی کو دل و جان سے تسلیم کرتا ہو کہ حکمِ الٰہی کی تعمیل میں ہی خیر ہے، خواہ اس راہ میں کتنی آزمائشیں آئیں۔ واقعہ یہ کہ سچائی انسان کو خیرِ کثیر کا خزانہ عطا کرتی ہے، معاشرہ میں بلند مقام نصیب کرتی ہے، لوگوں میں محبوب و معزز بناتی ہے اور فضل و کمال کے اعلیٰ درجہ تک پہنچاتی ہے۔ امام مالکؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت لقمانؑ سے دریافت کیا کہ کن چیزوں کی وجہ سے انہیں اتنا فضل و کمال نصیب ہوا؟ انہوں نے جواب میں فرمایا: "صدق الحدیث، و اداء الامانة و ترك مالا يعنى" [سچ بولنے، امانت داری اور لغو کاموں سے پرہیز کی وجہ سے] (موطا امام مالک، کتاب الکلام، باب ماجاء فی الصدق والکذب)۔

سچائی کے فیوض میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس سے انسان کو سکون و اطمینان نصیب ہوتا ہے۔ قرآن و حدیث سے یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ سچ بولنے سے جو انتہائی قیمتی نعمتیں میسر آتی ہیں، ان میں ایک یہ ہے کہ سچ بولنے والے کو یقین و اطمینان نصیب ہوتا ہے۔ وہ جو کچھ بولتے یا کرتے ہیں پورے یقین و استقلال اور خود اعتمادی کے ساتھ۔ وہ تذبذب و تردد، شک و شبہ اور اضطراب و خوف کا شکار نہیں ہوتے۔ اس کے برخلاف جھوٹ بولنے والے شک و تذبذب اور بے چینی و بے اطمینانی کی کیفیت میں مبتلا رہتے ہیں۔ ایک حدیث میں سچ کی یہی تاثیر بیان کی گئی ہے۔ حضرت حسنؓ ابن علیؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اس چیز کو چھوڑ دو جو تمہیں شک و شبہ میں ڈالے اور اسے اختیار کرو جس کے بارے میں کوئی شک و شبہ نہ ہو۔ اس لیے کہ سچ اطمینان [کا باعث] ہے اور جھوٹ شک و شبہ ہے (فانّ الصدق اطمانينة وان الكذب ريبة) (جامع ترمذی، ابواب صفة القیامة)۔ اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ صدق طمانیت کا باعث اور غیر متزلزل یقین اور محکم اعتمادِ کا موجب ہوتا ہے اور یہ کہ کوئی چیز سچ بولنے والے کو اپنے قول و مشن سے متزلزل نہیں کرسکتی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ سچائی اختیار کرنے سے جب کسی کی زندگی سدھرتی ہے تو اس سے نہ صرف کسی ایک فرد کو بلکہ پورے سماج کو فائدہ پہنچتا ہے۔ اول یہ کہ فرد ہی سے معاشرہ تشکیل پاتا ہے، یعنی اس کی اجتماعیت معاشرہ کو وجود میں لاتی ہے۔ دوسرے صدق نہ صرف خیر ہے، بلکہ خیر کی باتوں میں سرِ فہرست ہے۔ سچائی کی صفت اور اس پر سنجیدگی سے عمل لازمی طور پر سماج میں خیر کے فروغ اور بھلائی کے پنپنے کا ذریعہ بنتی ہے۔ خلاصہ یہ کہ اس صفت کا خوگر ہونا فرد و معاشرہ دونوں کے لیے باعثِ خیر و برکت ہے۔ سورہ التوبۃ کی آیت ۱۱۹/۹ (یاایھا الّذین آمنوا اتقوا اللہ و کونوا مع الصّٰدقین) کے حوالے سے پہلے یہ ذکر کیا جاچکا ہے کہ قرآن کریم کی نظر میں سچ بولنے والوں کی صحبت اختیار کرنا اور ان کی حمایت و مدد کرنا مطلوب ہے، اس لیے کہ یہ معاشرہ میں سچ کو فروغ دینے کا اہم ذریعہ ہے۔ اس آیت سے ایک اور قیمتی نکتہ سامنے آتا ہے اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کو صادقین کا طرزِ عمل بہت پسند ہے، یہی وجہ ہے کہ اس نے سچ کی روش اختیار کرنے یا سچ بولنے والوں کی صحبت اختیار کرنے کی ہدایت دی ہے۔ اس سے بدیہی طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ اللہ کے محبوب بندے ہیں اور قرآن کریم سے یہ حقیقت بھی سامنے آتی ہے کہ اللہ رب العزت ان لوگوں کو خاص طور سے پسند فرماتا ہے جو اچھے کام کرنے والے ہیں اور دوسروں کو فائدہ پہنچاتے رہتے ہیں اور یہ خوش قسمت لوگ قرآن کی اصطلاح میں ''محسنین'' کہلاتے ہیں۔ دوسری جانب ایک آیت (الصف :۶۱/۳) کے مطابق وہ لوگ اللہ کی نگاہ میں انتہائی ناپسندیدہ ہیں جو اپنے قول پر عمل نہیں کرتے یعنی جھوٹ و نفاق کے عادی ہیں۔ ایسے لوگ نہ صرف اپنی انفرادی زندگی، بلکہ پورے معاشرے میں بگاڑ پیدا کرتے ہیں۔ مقصود یہ کہ قرآن اہلِ ایمان سے انفرادی و اجتماعی دونوں سطح پر سچ کو فروغ دینے کا مطالبہ کرتا ہے۔ بلاشبہ اس کی تکمیل اسی وقت ممکن ہے جب روزمرہ زندگی میں سچائی کو معمول بنایا جائے، سماج میں سچائی کو رواج دیا جائے اور سچ بولنے والوں کا ساتھ دیا جائے یعنی ان کے ہاتھوں کو مضبوط کیا جائے۔

سچائی کے فیوض و برکات کے سلسلہ میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ جہاں سچائی ہوگی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وہاں ایمان داری ہوگی ، جہاں صداقت ہوگی وہاں امانت کی حفاظت ہوگی ، جہاں صدق ہوگا وہاں ایفائے وعدہ ہوگا، جہاں راست بازی ہوگی وہاں عہد و پیمان کی پابندی ہوگی۔ جس سماج میں سچ کا بول بالا اور صداقت کا چلن ہوگا وہاں بے ایمانی، جھوٹ، خیانت، فریب، دغا بازی، وعدہ خلافی، عہد شکنی کا گذر نہ ہوگا۔ سچائی کی تاثیر پر روشنی ڈالتے ہوئے مولانا سید سلیمان ندویؒ نے بجا فرمایا ہے: ''سچائی کی عادت انسان کو بہت سی برائیوں سے بچاتی ہے، جو سچا ہوگا ہو ہر برائی سے پاک ہونے کی کوشش ضرور کرے گا، وہ راست باز ہوگا، راست گو ہوگا، ایمان دار ہوگا، وعدہ کو پورا کرے گا، عہد وفا کرے گا، دلیر ہوگا، دل کا صاف ہوگا، ریا کار نہ ہوگا، اس کے دل میں نفاق نہ ہوگا، پیچھے کچھ اور سامنے کچھ اس کی شان نہ ہوگی، خوشامدی نہ ہوگا، سب کے بھروسہ کے قابل ہوگا، لوگوں کو اس کے قول وفعل پر اعتبار ہوگا، جو کہے گا کرے گا۔ غرض جس پہلو سے دیکھیے سچائی بہت سی اخلاقی خوبیوں کی اصلی بنیاد قرار پائے گی'' (سیرۃ النبی ﷺ، ۳۳۲/۶)۔ دنیوی زندگی میں سچائی کی اہمیت و معنویت اس سے بھی واضح ہوتی ہے کہ نامور مفکرِ اسلام علامہ محمد اقبالؒ (جن کے اشعار میں جا بجا قرآنی افکار و تعلیمات کی ترجمانی ملتی ہے) کی نظر میں صداقت ان صفاتِ عالیہ و اوصافِ محمودہ میں سرفہرست ہے جو دنیا کی امامت اور اہلِ دنیا کی سیادت کا مستحق بناتی ہیں۔ اہلِ اسلام کو یہ بھولا ہوا سبق یاد دلاتے ہوئے انہوں نے بڑے اچھے انداز میں اسی حقیقت کی ترجمانی اس شعر میں کی ہے:

سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا ۔۔۔ لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

مختصر یہ کہ انسان کی زندگی سدھارنے یا اس کے اعمال کی اصلاح میں سچ کا بہت بڑا دخل ہے۔ اس وصف سے نہ صرف دینی اعمال درست ہوتے ہیں، بلکہ دنیوی زندگی بھی سنورتی ہے جس کے خوش گوار اثرات سے پورا معاشرہ فیض یاب ہوتا ہے۔ بلا شبہ صدق کا یہ عظیم ترین فیض ہے اور سچائی کی یہ سب سے بڑی برکت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس صفت سے متصف فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

© rasailojaraid.com